ابتدائی عرب تاریخ نگاری کا مختصر جائزہ

ڈاکٹر بدرالدین بٹ

عرب تاریخ نگاری بحیثیت ایک فن کے ایک طویل اور مسلسل عمل کا نتیجہ ہے۔ اس فن نے آہستہ آہستہ ایک ایسی غیر معمولی سائنس کی شکل اختیار کر لی جسے کسی بھی حال میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس فن کی جڑیں عرب سوسائٹی میں اتنی گہری ہیں کہ محض تحریری ریکارڈ اس کی تمام تفصیلات فراہم کرنے سے قاصر ہے۔[۱]

قدیم ترین عرب سماج، جس کے بارے میں ہمیں معلوم ہو سکا ہے خانہ بدوشانہ تھا۔ اس کے علاوہ کچھ مستقل بستیاں بھی تھیں جن کے بارے میں ہم محدود معلومات رکھتے ہیں۔ جنوبی عرب میں کھدائی کے دوران کچھ کتبات ملے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ بارہ سو ق م میں وہاں چار ریاستیں تھیں۔ ریاست کا سربراہ دنیاوی اور دینی مرتبہ پر فائز ہوتا تھا۔ گو یہ کتبات مذہبی نوعیت کے ہیں مگر پھر بھی کسی قدر انسانی سرگرمی کا پتہ دیتے ہیں۔ ان میں تاریخی شعور کا احساس ملتا ہے۔ یمنی روایات ہمیں زبان، صنعت و حرفت، ادب اور یمنیوں کے شمالی عربوں پر احساس برتری کے بارے میں معلومات فراہم کرتے ہیں۔ شمالی عرب میں ہمیں حیرہ کے عربوں، ان کے انساب اور بادشاہوں کے بارے میں معلومات ملتی ہیں شمالی عربوں نے اپنے معبودوں سے متعلق واقعات، سماجی حالات اور انساب کو زبانی روایات کے ذریعہ محفوظ کیا۔ ان تمام چیزوں کو بعد میں جمع کر کے "ایام العرب" کا نام دیا گیا۔[۲] ہم اس سلسلہ میں صرف مورخین ہی کے مرہون منت نہیں ہیں جنھوں نے قدیم روایات کو محفوظ کر لیا بلکہ شعراء جاہلیت کا بھی اس میں بہت کچھ دخل ہے جنھوں نے اپنے قبائل کے فخریہ کارناموں اور اپنے آباء و اجداد کی مایہ ناز سرگرمیوں کو احساس برتری کے تحت اپنی شاعری میں محفوظ کر لیا۔[۳]

قرآن مجید نے اپنے نزول کے وقت ہی سے عربوں کی تاریخ اور اس مشن پر تفصیلی

روشنی ڈالی جس کی طرف انھیں دعوت دی جا رہی تھی۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی پہلی نسل تلاش وتحقیق کے فطری تقاضوں اور اپنی دینی ضرورت کے تحت اسی طرف مائل ہوئی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ، ان کی سرگرمیوں اور کارناموں کو خود اپنے اور ساری انسانیت کے لیے جمع کریں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پیغمبرؐ کے اقوال وافعال کو جمع کیا گیا اور اس سارے ذخیرے کو مجموعۂ احادیث کی شکل دے دی گئی، رسول اللہؐ کے ہر قول وفعل کو راویوں کی ایک کڑی سے جوڑا گیا جسے "اسناد" کہتے ہیں۔ اسی ذخیرہ احادیث سے ایک بڑا سرمایہ بھی فراہم ہوا، جس کے سلسلے میں مسلمان علماء وفضلاء کی طرف سے تہذیب وترتیب کا کام جاری رہا۔ اسی مواد سے اسلامی قانون، رسوم اور تاریخ نگاری وجود میں آئے۔ رسول اللہؐ کی سیرت طیبہ اور صحابہ کرامؓ کے حالات زندگی نے ابتدائی عرب تاریخ نگاری کے لیے بنیاد فراہم کی۔ رسول اللہؐ کے اقوال وافعال کو اسناد کے ساتھ ضبط تحریر میں لانا عرب تاریخ نگاری پر اس قدر اثر انداز ہوا کہ صدیوں تک یہ طریقہ عرب تاریخ نگاری کا لازمی جز بن گیا۔[۴] جن حضرات نے سیرت ومغازی کو اس انداز پر ترتیب دیا ان میں چند معتبر حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

ابان بن عثمان بن عفانؓ (م ۱۰۵ھ) عروہ بن زبیرؒ (م ۹۲ھ) شرجیل بن سعد (م ۱۲۳ھ) وہب بن منبہؒ (م ۱۱۰ھ) ابن شہاب الزہری (م ۱۲۴ھ) عاصم بن عمرو بن قتادہ (م ۱۲۰ھ) عبداللہ بن ابوبکرؒ (م ۱۳۵ھ) موسیٰ بن عقبہ (م ۱۴۱ھ) معمر بن راشد (م ۱۵۰ھ) ابن اسحاق (م ۱۵۲ھ) زیاد البکائی (م ۱۸۳ھ) ابن ہشام (م ۲۱۸ھ) الواقدی (م ۲۰۷ھ) ابن سعد (م ۲۳۰ھ)[۵]

ان میں اہم ترین سیرت اور مغازی نگار محمد بن اسحاق بن یسار تھے۔ انھوں نے اپنی کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا، حصہ اول کا انھوں نے "المبتدا" نام رکھا جس میں انھوں نے ابتدائے آفرینش سے رسول اللہؐ کے اعلان نبوت تک مواد جمع کیا۔ اسی حصہ میں رسول اللہؐ سے قبل انبیاؑ اور اقوام کے احوال بھی درج ہیں۔ حصۂ دوم "کتاب المغازی" کہلاتا ہے جو رسول اللہ کے اعلان نبوت سے شروع ہو کر آپ کی وفات تک کے واقعات پر ختم ہوتا ہے۔ اور حصہ سوم کا نام کتاب الخلفاء" ہے۔ اس سلسلہ میں جو ٹکڑے دست برد زمانہ سے محفوظ رہ گئے ہیں۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ ابن اسحاق نے خلفائے راشدینؓ اور ابتدائی اموی حکمرانوں تک کے حالات تحریر کیے تھے۔[۶]

ابن اسحاق کی "المبتدا والمبعث والمغازی" پچھلے تیرہ سو برس سے ناپید تھی۔ مشہور محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب (پیرس) نے انتہائی عرق ریزی اور تحقیق وتلاش بسیار کے بعد اس کا ایک حصہ دریافت کیا اور اس کو رباط یونیورسٹی کے کلیۃ الآداب نے اپنے انتظام سے پہلی بار شائع

کیا۔ شائع شدہ اس حصہ میں درج موضوعات یوں ہیں:۔ سلسلۂ نسب پاکؐ، عبد المطلب کی نذر، عبداللہ بن عبدالمطلب کی شادی، قبیلہ حمیر کے بادشاہ، تبعّ اوسط کی حکایت، تبعّ کی قتل گاہ، اصحاب الفیل کا واقعہ، آنحضرتؐ کے جدامجد عبدالمطلب کی وفات، بحیرا راہب کا قصہ، خدیجہؓ بنت خویلد کا واقعہ، رسول اللہؐ کے متعلق علماء یہود کی بشارت، سلمان فارسیؓ کا اسلام لانا۔ آثار کعبہ، تعمیر کعبہ۔ رسول اللہؐ کی بعثت، حضرت علیؓ کا اسلام لانا، حضرت ابوبکرؓ کا اسلام لانا، حضرت ابو ذرؓ کا اسلام لانا۔ مہاجرین کا اسلام لانا، مسلمانوں پر ظلم وستم اور تشدّد، حضرت حمزہ کا اسلام لانا، اصحاب رسولؐ کی ہجرت حبشہ، اسمائے گرامی مہاجرین حبشہ، حضرت عمرؓ کا اسلام لانا۔ مکہ مکرمہ میں قرآن کریم کی جہری تلاوت، تعذیب اہلِ ایمان۔ رسول اللہؐ کے ساتھ مشرکین کی مخاصمت۔ سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت، مہاجرین حبشہ کے اسمائے گرامی۔ قریش کی رسول اللہؐ کو ایذا رسانی۔ اہل عرب کو رسول اللہؐ کی تبلیغ عام۔ ابوطالب کی وفات۔ وفات خدیجہؓ بنت خویلد۔ سیدہ ام کلثومؓ کا نکاح، زینبؓ بنت علیؓ کا نکاح، حضرت عثمانؓ کا نکاح، رسول اللہ کی ازواج مطہرات، مذاق اڑانے والوں کا انجام، علامات نبوّت، ام شریکؓ دوسیہ کا اسلام لانا۔ حضرت ابوہریرہؓ کا اسلام لانا۔ عدی بن حاتم کا اسلام لانا۔ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک، غزوہ بدر، غزوہ سویق، غزوہ ذی امر، سریہ زید بن حارثہ، کعب بن اشرف کا قتل، غزوہ احد۔

ابن اسحاق پر عموماً یہ تنقید کی جاتی ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب "السیرۃ" میں من گھڑت اشعار نقل کیے ہیں انساب کے بیان میں غلطیاں کی ہیں۔ اسناد درج کرنے میں لاپرواہی برتی ہے اور اہلِ کتاب پر ضرورت سے زیادہ اعتماد کیا ہے[۱۵]۔ مگر اس تنقید کے باوجود یہ سہرا انہی کے سر ہے کہ انھوں نے پہلی بار سیرت، مغازی، انساب، فتوح، تذکرۂ صحابہ، تاریخ خلفائے راشدینؓ اور اموی حکمرانوں کی تاریخ اور قدیم انبیاء کی تاریخ کو ایک ہی لڑی میں پرودیا حالانکہ اس سے قبل یہ علٰحدہ علٰحدہ موضوع تصور ہوتے تھے[۱۶]۔ ابن ہشام نے بعد میں اشعار اور مشکوک روایات کو علاحدہ کرکے "السیرۃ النبویہ" کا ایک مختصر ایڈیشن تیار کیا۔

ابن اسحاق کے بعد عمر الواقدی کا نام اہم ہے۔ وہ سیرت، مغازی اور عمومی تاریخ سے دلچسپی رکھتے تھے۔ خطیب بغدادی کے بیان کے مطابق انھوں نے کسی بھی صحابی کی اولاد کو یہ پوچھے بغیر نہیں چھوڑا کہ ان کے والد نے کس کس جنگ میں شرکت کی اور شہادت کی صورت میں جائے شہادت کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ اپنی تاریخ کو معتبر بنانے کے لیے وہ ان

مقامات کا بچشم خود مشاہدہ کرنے جاتے جہاں پر مختلف لڑائیاں لڑی گئی تھیں[۹]

ابن الندیم نے واقدی کی اٹھائیس کتابوں کے نام لکھے ہیں جو مختلف موضوعات پر مشتمل ہیں۔ تاریخ میں مندرجہ ذیل کتابیں انھوں نے اپنی یادگار میں چھوڑیں۔

(۱) کتاب التاریخ والمغازی والمبعث (۲) کتاب اخبار مکہ (۳) کتاب الطبقات (۴) کتاب فتوح الشام۔ (۵) کتاب فتوح العراق۔ (۶) کتاب الجمل۔ (۷) کتاب مقتل الحسن علیہ السلام۔ (۸) کتاب السیرۃ۔ (۹) کتاب ازواج النبیؐ۔ (۱۰) کتاب الردہ والدار۔ (۱۱) کتاب الحرب الاوس و الخزرج۔ (۱۲) کتاب الصفین۔ (۱۳) کتاب وفاۃ النبیؐ۔ (۱۴) کتاب أمر الحبشۃ والفیل۔ (۱۵) کتاب المناکح۔ (۱۶) کتاب السقیفۃ وبیعۃ ابی بکرؓ۔ (۱۷) کتاب سیرہ ابی بکرؓ و وفاتہ۔ (۱۸) کتاب مداعی قریش والانصار فی القطائع و وضع العمر الدواوین وتصنیف القبائل ومراتبہا وانسابہا۔ (۱۹) کتاب مولد الحسن والحسین ومقتل الحسین۔ (۲۰) کتاب ضرب الدنانیر والدراہم۔ (۲۱) کتاب تاریخ الفقہاء۔ (۲۲) کتاب التاریخ الکبیر۔ (۲۳) فتوح الافریقیہ۔ (۲۴) کتاب فتوح مصر[۱۰]

ان میں سے صرف کتاب المغازی (۳ جلد) فتوح الشام (۲ جلد) فتوح افریقیہ (۲ جلد) زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئی ہیں۔

محدثین کو ان کے پایہ اعتبار پر شک ہے۔ بعض تو انھیں کذاب کہنے سے بھی نہیں چوکتے جبکہ دوسرے اہلِ علم حضرات تاریخ میں ان کی خدمات کے معترف ہیں[۱۱]

محمد بن سعد (م ۲۳۰) نے واقدی کے سکریٹری کی حیثیت سے کام کیا۔ اس طرح انھیں اسلامی تاریخ کے گہرے مطالعہ کا موقع ملا۔ آٹھ جلدوں میں ان کی "کتاب الطبقات" ان کی محنت شاقہ اور علم وفضل کی شاہکار ہے۔ اس میں ابن سعد نے رسول اکرمؐ، صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور اپنے وقت تک کے تبع تابعین کی حیات پر مواد اکٹھا کیا ہے۔ سیرت رسولؐ پر پہلی دو جلدیں مکمل کرنے کے بعد، ایک باب ان لوگوں کے لیے مختص کیا ہے جو مدینہ منورہ میں رسول اللہؐ کے حینِ حیات فتویٰ دیتے تھے۔ اس کے بعد صحابہ اور تابعین کا تذکرہ، ان کے مرتبہ کے مطابق کیا ہے۔ آخری جلد ممتاز صحابیاتؓ کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔ صحابہ کرامؓ کے سوانح، ہجرت حبشہ، جنگ بدر میں شرکت، فتح مکہ سے قبل قبولِ اسلام کی بنیاد پر ترتیب دئے گئے ہیں۔ اس کے بعد ان مہاجرین کا تذکرہ ہے جو جنگ بدر میں شریک تھے۔ اس کے بعد ان انصار کو لیا ہے جو جنگ بدر میں شریک تھے، اس کے بعد ان حضرات کا ذکر ہے جنھوں نے اسلام تو قبول کیا تھا

مگر جنگ بدر میں شریک نہیں تھے یا جن لوگوں نے حبشہ ہجرت کی یا جو جنگ احد میں شرکت نہ کر سکے اس کے بعد ان صحابہ کا ذکر ہے جنھوں نے فتح مکہ سے قبل اسلام قبول کیا۔ باقی حضرات کا بھی تذکرہ اسی انداز سے ہے۔

کتاب الطبقات اپنے موضوع پر سب سے پہلی اور اہم ترین کتاب تصور کی جاتی ہے اس موضوع پر واقدی کی طبقات کے علاوہ کوئی اور کتاب موجود نہیں تھی۔ لہٰذا یہ کتاب "ادب رجال" کے قدیم ترین نمونوں میں سے ایک تصور کی جاتی ہے[۱۲]

احادیث میں صرف پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کو ہی ریکارڈ نہیں کیا گیا بلکہ آپ کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد جو واقعات رونما ہوئے، ان کو بھی ضبط تحریر میں لایا گیا ہے۔ ذخیرہ احادیث نے اسلامی ریاست کی بنیادوں کو واضح کیا اور عرب سے باہر کے فتوحات کو بھی بیان کیا جہاں تک ابتدائی اسلامی سوسائٹی، خلافت راشدہ اور مملکت اسلامی میں توسیع کے واقعات کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں علماء کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ خالصتاً مدنی اور دوسرا عراقی۔ عراقی دبستان تاریخ نے قبل اسلام کے خاندانی شرف سے متعلق واقعات کو درج کرنے کے ساتھ ساتھ، ان سے متعلق اشعار کو بھی اپنی تاریخوں میں جگہ دی اس اسکول میں عراق کے ابو مخنف، عوانہ، سیف ابن عمر۔ المدائنی نے ابتدائی اسلامی فتوحات (کے بارے میں چھوٹے چھوٹے رسالوں میں) مسلمانوں کی اندرون ملک سرگرمیاں اور ملت کے اندر پیدا شدہ اختلافات کے بارے میں کتابیں لکھیں[۱۳] ان میں ابو مخنف اہم ترین عالم تھے، جنھوں نے عرب، مصر، شام، ایران، اور عراق پر کوئی چونتیس کتابچے تحریر کیے۔ ان میں سے کوئی بھی کتاب اس وقت موجود نہیں البتہ ان کی تحریروں کے اکثر حصوں کو ابو مخنف کے شاگرد ہشام بن محمد بن الکلبی الکوفی (م ۲۰۶ھ) نے اپنی تالیفات میں سمیٹ لیا ہے۔ ان تالیفات سے طبری نے خاصا مواد حاصل کیا ہے اور کسی حد تک بلاذری نے بھی انساب الاشراف میں استفادہ کیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالعزیز الدوری نے ابو مخنف پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ اسناد میں ضعیف ہیں واقعات کا عراقی رخ پیش کرتے ہیں اور شیعی نقطۂ نظر سے متاثر نظر آتے ہیں[۱۴] مگر ابو مخنف کی جو تحریریں محفوظ ہیں ان کا مطالعہ ان الزامات کی تائید نہیں کرتا شیعی باغیوں اور خلافت کے دعوے دار افراد پر اُن کی نصف درجن کتابوں کے اقتباسات ان کی

طرف داری کا ثبوت پیش نہیں کرتے اور غیر شیعی واقعات کے نقل کرنے سے ان الزامات کی بنیاد باقی ہی نہیں رہتی جو اُن کے خلاف لگائے گئے ہیں[۱۵]

جہاں تک عوانہ بن حکم کوفی (م ۱۴۷ھ) کا تعلق ہے وہ شاعری اور انساب سے مدد لیتے ہیں انھوں نے "سیرت معاویہ و بنی امیہ" لکھی اپنی "کتاب التاریخ" میں (جس کے اقتباسات بعد کی تاریخوں میں محفوظ ہیں) انھوں نے خلافت راشدہ، ردّہ اور اسلامی فتوحات پر مواد جمع کیا، انھوں نے حضرت علیؓ اور ان کے مخالفین کی جنگوں، حضرت حسنؓ کی تخت خلافت سے دست برداری اور عبدالملک بن مروان کے زمانے تک کے شام و عراق کے مسائل و حالات کے بارے میں معتبر معلومات بہم پہنچائی ہیں[۱۶]

سیف بن عمر (م ۱۸۰ھ) نے ردہ اور فتوح پر دو کتابیں "کتاب الفتوح الکبیر والردہ" اور "کتاب الجمل و سیر عائشہؓ و علیؓ"[۱۷] تحریر کیں۔ طبری نے جنگ صفین پر لکھتے وقت تین سو بار سیف کا حوالہ دیا ہے[۱۸]

علی بن محمد المدائنی (م ۲۲۵ھ) بصرہ میں پیدا ہوئے اور بغداد میں زندگی گزاری۔ طریقہ اسناد کا اثر ان کی تحریروں میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ انھوں نے دو سو پینتالیس[۲۴۵] کتابیں لکھ کر علم التاریخ کی بڑی خدمت انجام دی۔ ان میں "کتاب اخبار الخلفاء الکبیر" "کتاب الدولۃ العباسیہ" "کتاب فتوح خراسان" "تاریخ بصرہ" بھی شامل ہیں۔ محققین، المدائنی کے مدّاح ہیں کہ انھوں نے مواد لیتے وقت متوازن انتخاب کے اصول کو پیش نظر رکھا ہے[۱۹]

قبل اسلام کے زمانہ میں عرب عموماً شاعری کے ذریعہ اپنے انساب کو محفوظ کر لیتے تھے شعراء اپنی منظومات سے پہلے کچھ نثر میں بھی لکھ لیا کرتے تھے تاکہ قوم کے غامض اور غیر معروف واقعات کی وضاحت کر سکیں۔ اس چیز نے مورخوں کے لیے اہم مواد فراہم کیا۔ محمد بن السائب الکلبی (م ۱۴۶ھ) اس گروپ کے نمائندہ ہیں۔ وہ تاریخ و انساب کے بڑے فاضل تھے۔ خاندانوں کے انساب جمع کرنے کے لیے گھر گھر جاتے۔ ان کی کسی کتاب کا تذکرہ تو نہیں ملتا البتہ اُن کے فرزند ہشام بن مہر نے ڈیڑھ سو کے قریب کتابیں لکھیں جن میں سے بعض یہ ہیں: کتاب الجمہرہ۔ کتاب المنزل۔ کتاب الکلب۔ کتاب الفرید۔ نسب فحول الخیل فی الجاہلیۃ والاسلام۔ کتاب الملوک۔ کتاب الاصنام۔ کتاب مثالب العرب[۲۰]

مصعب بن عبداللہ (م ۲۳۳ھ) بھی انساب سے دلچسپی رکھتے تھے۔ انھوں نے اس

موضوع پر "النسب الکبیر" اور کتاب الجمہرۃ فی نسب قریش "لکھیں [۲۱]

احمد بن یحییٰ البلاذری (م ۹ ۲۷ء) انساب کے اہم اور معتبر عالموں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی "انساب الاشراف" ادب انساب کی شاہکار تالیف تصور کی جاتی ہے جو پانچ جلدوں میں ہے۔ اس کتاب میں اسلامی تاریخ پر گراں قدر مواد ملتا ہے۔ تاریخ میں انھوں نے "عہد اردشیر" "فتوح البلدان اور کتاب البلدان الکبیر" [۲۲] جیسی اعلیٰ پائے کی کتابیں لکھیں۔ فتوح البلدان کا مطالعہ کرتے وقت، ہمیں ایسی معلومات فراہم ہوتی ہیں جو دوسری کتب تاریخ میں نہیں ملتیں۔ خاص طور پر عراق کے قدیم تباہ شدہ شہروں کے بارے میں نادر معلومات دینے میں وہ منفرد ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اصل میں فتوح البلدان کے موضوع پر چالیس جلدوں میں مواد جمع کیا تھا۔ موجودہ کتاب اس کا صرف ایک اختصار ہے [۲۳] فتوح البلدان کا آغاز غزوات نبویؐ سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس میں واقعات ردّہ، شام، الجزیرہ، آرمینا، مصر، مغرب، عراق اور ایران کی فتوحات کے بارے میں تفصیلات درج ہیں اس کے علاوہ ان ممالک کے سماجی اور ثقافتی حالات پر بھی روشنی ڈالی ہے جس سے اس تصنیف کی اہمیت دوچند ہوگئی ہے۔

انساب الاشراف، انساب نگاری کے انداز میں تالیف کی گئی ہے۔ اس میں رسول اللہؐ ان کے خاندان اور رشتہ داروں کا تذکرہ ہے۔ علویوں کے بعد عباسیوں کے انساب درج کیے ہیں۔ عبد شمس، بنی ہاشم، قریش، مضر، قیس، ثقیف اور باقی خاندانوں کے انساب کو بھی جمع کیا ہے۔ کتاب حجاج بن یوسف کے تذکرہ پر ختم ہوتی ہے۔ انساب الاشراف میں خلفاء اور ان سے متعلق واقعات کو باب وار بیان کیا ہے اور ہر باب کا ایک عنوان ہے۔ اس میں بلاذری نے ابو مخنف اور مدائنی کے رسالوں سے خاصا اخذ و استفادہ کیا ہے۔ گویہ کتاب انساب کی ہے مگر اپنے مواد کے اعتبار سے یہ طبقات ابن سعد سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔ [۲۴]

اسلام دور دراز مقامات تک پھیلا تو انساب کے طرز پر یا علاقائی بنیادوں پر تاریخ نگاری کا کام خاصا مشکل ہوگیا۔ اس صورت حال نے مورخوں کو مجبور کیا کہ وہ عالمی سطح کی تواریخ لکھیں۔ چنانچہ انھوں نے ایسی ہی تاریخیں قلم بند کرنا شروع کیں۔ جن میں عربوں کی تاریخ کے علاوہ ایرانیوں، یونانیوں اور ہندوستانیوں کی تاریخ کے بارے میں بھی معلومات ہوتی تھیں۔ مورخوں نے وہ چیزیں بھی ریکارڈ کیں جنھیں انسانی تہذیب و ثقافت کے لحاظ سے اہم تصور کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں بلاذری کا نام سرفہرست ہے بلاذری نے پھیلے ہوئے واقعات کو ممکنہ حد تک جانچ پڑتال کے بعد ضبط تحریر میں لانے کا اہتمام کیا ہے۔ ان کی فتوح البلدان نہ صرف عربوں کی فتوحات

کا ایک معتبر ریکارڈ ہے بلکہ اس میں مفتوحہ ممالک کی مالیات ،سماجیات اور انتظامیہ سے متعلق بھی اہم حالات و معلومات محفوظ ہیں[۲۵]

عالمی تاریخ نگاری کے دوسرے اہم مؤرخ احمد بن یعقوب الیعقوبی ہیں۔ وہ مورخ ہونے کے علاوہ جغرافیہ دان بھی تھے۔ انھوں نے شرق و غرب کی سیاحت کی۔عرب ممالک اور ہندوستان کا دورہ کیا۔شام، مغرب اور اندلس بھی گئے۔ وہ جہاں جاتے وہاں کے باشندوں سے ان کے ماضی، عادات و اطوار اور انداز حیات کے بارے میں استفسار کرتے۔ان کی "التاریخ الکبیر" چھپ چکی ہے۔جس میں انھوں نے آدمؑ سے لے کر ۲۵۹ھ تک کے واقعات کا احاطہ کیا ہے۔ اسلامی تاریخ کے علاوہ اس میں اسرائیلیوں، شامیوں، ہندوؤں، یونانیوں، رومیوں، ایرانیوں، حمیریوں اور غسانیوں وغیرہ کی تاریخ بھی آگئی ہے۔یعقوبی نے اپنی تاریخ کو ترتیب واقعات (CHRONOLOGICAL) کے انداز پر لکھا ہے۔ ان کی تاریخ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کسی قدر شیعی نقطۂ نظر کے حامل ہیں۔"افسوس ہے کہ انھوں نے ایام عرب پر کچھ نہیں لکھا ہے۔ اگر وہ اس موضوع پر بھی کچھ لکھتے تو کتاب کے وزن میں اضافہ ہوتا۔ اساطیر و خرافات سے جو اجتناب یعقوبی کے یہاں پایا جاتا ہے وہ ان کے سائنٹفک ذہن کے میلان کی علامت ہے"[۲۶]

عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ (م ۲۷۶ھ) نے "کتاب المعارف" اور "عیون الاخبار" نامی کتابیں لکھ کر خاصا تاریخی مواد فراہم کر دیا ہے۔ ان کی "کتاب المعارف" تاریخی معلومات کا ایک قیمتی ذخیرہ ہے جس میں فہارس، سیرت نبویؐ کے واقعات، انساب، فرقوں وغیرہ کے نام شامل ہیں اس کتاب کی افادیت مسلّم ہے مگر اس کو صحیح معنوں میں مشکل ہی سے تاریخ کا نام دیا جا سکتا ہے[۲۷]

عالمی تاریخ نگاروں میں ابو حنیفہ احمد بن داؤد الدینوری (م ۲۸۲ھ) کا نام بھی اہم ہے۔ انھوں نے فلکیات، ادب اور فلسفہ پر لکھنے کے علاوہ تاریخ پر بھی "اخبار الطوال" جیسی قابل قدر کتاب تصنیف کی۔ اس تاریخ میں انھوں نے ایران کی تاریخ پر خاصا مواد جمع کیا ہے جو دوسرے موضوعات کے مقابلہ میں نسبتاً زیادہ ہے۔حضرت آدمؑ سے لے کر معتصم باللہ کے زمانے تک کے حالات کا احاطہ کیا ہے۔ دینوری نے اپنی تاریخ میں سلسلۂ اسناد کو ترک کر کے واقعات کو ترتیب سنین کے لحاظ سے محفوظ کیا ہے۔

اس سلسلہ کے اہم ترین مؤرخ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری (م ۳۱۰ھ) ہیں جنھوں نے دس جلدوں میں "تاریخ الرسل والملوک" لکھ کر علم تاریخ پر بہت بڑا احسان کیا۔ یہ تاریخ تخلیق کائنات سے شروع ہوتی ہے۔ انھوں نے پیغمبروں، قدیم بادشاہوں، ساسانیوں۔ ایرانیوں۔ رومیوں اور عربوں پر تفصیلی معلومات درج کی ہیں۔ ایران کی تاریخ لکھنے کے بعد رسول اللہؐ کے شجرۂ نسب سے لے کر ۳۰۲ھ تک کے حالات و واقعات کو بہت ہی تفصیل سے ریکارڈ کیا ہے۔

طبری کا انحصار اپنے متقدمین کی تاریخوں پر رہا ہے۔ انھوں نے نہ صرف ان واقعات کو اپنی تاریخ میں جگہ دی ہے جو ان کے اپنے ذوق کے مطابق تھے بلکہ بسا اوقات کسی واقعہ کے متعلق تمام پہلوؤں سے معلومات جمع کر دیتے ہیں اور اپنی کوئی رائے نہیں دیتے۔ وہ چونکہ محدّث تھے اس لیے انھوں نے اپنی تاریخ میں اسناد کا التزام کیا ہے۔ دور جاہلیت کے خاتمہ تک انھوں نے واقعات کو ترتیب زمانی کے لحاظ سے رقم کیا ہے البتہ اسلامی دور سے لے کر ۳۰۲ھ تک کے واقعات کو ترتیب سنین (ANNALISTICALLY) کے طریقہ پر لکھا ہے۔ تاریخ میں ترتیب سنین کا التزام مسلمان مورخوں کی دین ہے۔ یورپ اس طرز سے ۱۵۹۷ء تک بے خبر تھا۔[۲۵]

طبری کی تاریخ بعد کے تمام مورخوں کے لیے بنیادی ماخذ رہی ہے۔ اور ہمیشہ رہے گی۔ مسعودی، مسکویہ، ابن الاثیر۔ ابن کثیر۔ ابن خلدون جیسے مورخین نے اس سے خاطر خواہ استفادہ کیا ہے۔

ابوالحسن علی بن حسین المسعودی (م ۳۴۶ھ) بہت بڑے مورخ اور جغرافیہ داں تھے۔ انھوں نے تاریخ کے موضوعات پر چونتیس ۳۴ کتابیں لکھیں جن میں "مروج الذہب ومعادن الجوہر" "اخبار الزماں" اور "التنبیہ والاشراف" وغیرہ چھپ چکی ہیں۔ ان میں "مروج الذہب" عالمی شہرت کی حامل ہے۔ اسی طرح "التنبیہ والاشراف" کا تعلق بھی تاریخ عالم سے ہے جو ۳۴۵ھ کے واقعات پر ختم ہوتی ہے۔

مسعودی کا انداز اپنے معاصرین سے مختلف ہے۔ انھوں نے اپنی تاریخ میں سیاسی واقعات کے علاوہ سماجی، اقتصادی اور ثقافتی معلومات کو بھی پوری طرح جگہ دی ہے اس لحاظ سے مسعودی کی تاریخی تالیفات کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔[۲۶]

شہروں و قصبوں کی تاریخ لکھنا بھی مورخین کا دلچسپ مشغلہ رہا ہے۔ محمد بن عبداللہ

الازرقی (م ۲۲۲ھ) نے کتاب "اخبار ایام مکہ" لکھ کر مکہ کی تاریخ محفوظ کی۔ اس کے علاوہ اور لوگوں نے بھی مکہ کی تاریخ تحریر کی۔ مدینہ کی تاریخ پر یحییٰ بن عابدی نے "اخبار مدینہ" نام کی ایک کتاب لکھی۔ اسی طرح باقی شہروں کی بھی تاریخ محفوظ کی گئی۔

حوالے

۱ھ LISE LICHTENSTADLER, ARTICLE, "ARABIC AND ISLAMIC HISTORIOGRAPHY" IN MUSLIM WORLD, NEW YORK, 1945. P. 126

۲ھ عبدالعزیز الدوری: بحث فی نشأۃ علم التاریخ عند العرب، بیروت ۱۹۶۰ء ص ۱۳-۱۶

۳ھ MUSLIM WORLD P. 126

۴ھ FRANCESCO GABRIELI, ARTICLE, "ARABIC HISTORIOGRAPHY" IN QUARTELY ISLAMIC STUDIES, PAKISTAN, VOL XVIII, 1979, P. 82

۵ھ احمد امین: ضحی الاسلام، قاہرہ، ۱۹۵۴ء، ص ۳۲۰ -

۶ھ عبدالعزیز الدوری، ص ۳۰

۷ھ الذہبی: میزان الاعتدال فی نقد الرجال، مصر ۱۹۰۷ء، ص ۲۱-۲۲، تذکرۃ الحفاظ، حیدرآباد ۱۹۵۵ء ص ۱۷۲-۱۷۳، ابن العماد الحنبلی: شذرات الذہب، ج ۱، ص ۲۳۰

۸ھ محمود الحسن: عربوں میں تاریخ نگاری کا آغاز و ارتقا، نئی دلی، ۱۹۷۵ء، ص ۸۱

۹ھ ابن الخطیب البغدادی: تاریخ بغداد، مصر ۱۹۳۱، ج ۳، ص ۶

۱۰ھ ابن الندیم: الفہرست، مصر ۱۹۲۹ء ص ۱۴۴-۱۴۵

۱۱ھ ابن خلکان: وفیات الاعیان، قاہرہ ۱۹۴۸ء، ج ۳، ص ۴۷۱ - الفہرست ص ۱۴۴ - ابن حجر العسقلانی: تہذیب التہذیب، حیدرآباد ۱۹۱۳ء، ج ۹ ص ۳۶۳ - ۳۶۴ - انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (انگریزی) لائیڈن ۱۹۶۷ء جلد ۴، ص ۱۱۰۵

۱۲ھ ابن سعد: کتاب الطبقات الکبریٰ، بیروت ۱۹۵۷ء، مقدمہ از احسان عباس -

۱۳ھ ISLAMIC STUDIES P. 84

۱۴ھ عبدالعزیز الدوری، ص ۲۵-۲۶

۱۵ھ FARIQ : HISTORY OF ARABIC LITERATURE – UMAYYAD PERIOD DELHI 1978, P.103

۱۶ھ عبدالعزیز الدوری، ص۳۶، ابن الندیم ص۱۷۰

۱۷ھ ابن الندیم، ص۱۴۳ -

۱۸ھ عبدالعزیز الدوری، ص۱۳۱ ۱۹ھ ایضاً ص، ۱۲۴ - ۱۳۶

۲۰ھ جُرجی زیدان : تاریخ آداب اللغۃ العربیہ، قاہرہ ۱۹۳۱ء، ج ۲، ص۱۵۲، احمد امین، ج ۲، ص ۳۴۸ - ۳۴۹

۲۱ھ بروکلمان : تاریخ الادب العربی، مصر ۱۹۶۲ء، ج ۳، ص۳۳

۲۲ھ خیر الدین الزرکلی : الاعلام، قاہرہ ۱۹۵۴ء، ج ۱ ص۲۵۲ -

۲۳ھ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (انگریزی) جلد ۱ ص۹۷۱ ۲۴ھ ایضاً

۲۵ھ ISLAMIC STUDIES P. 85

۲۶ھ محمود الحسن، ص۱۷۱

۲۷ھ MARGOLIOUTH : ARABIC HISTORIANS, REPRINT DELHI 1977 P.120

۲۸ھ الحوفی : الطبری، مصر ۱۹۶۳ء ص۱۹۱ - ۱۹۴

۲۹ھ ENCYCLOPAEDIA BRITANICA, U.S.A., 1977, Vol. II P 610

۳۰ھ جُرجی زیدان، ج ۲، ص۲۰۰ ، حاجی خلیفہ : کشف الظنون، قسطنطنیہ، ۴۳-۱۹۴۱ء - ج ۱، ص۳۰۶

اسلام کا تصور مساوات

از سلطان احمد اصلاحی

اردو زبان میں اپنے موضوع پر پہلی مفصل کتاب جس میں مساوات، کے رائج الوقت تصور کی کمزوریوں اور خامیوں کی نشاندہی اس کے مآخذ کی روشنی میں کی گئی ہے۔ معاصر دنیا کے جائزہ کے ساتھ اس سلسلے میں اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب کی ناکامی کو واضح کیا گیا ہے۔ اس کے بعد انسانی سماج میں آزادی و مساوات کی آبیاری میں اسلام کے امتیازی کردار کو پوری تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔ اور اس کے اخلاقی، قانونی اور تاریخی تمام پہلوؤں پر علمی اور تحقیقی انداز میں گفتگو کی گئی ہے۔ آخر میں ان ممکنہ اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے جو اسلام کے تصور مساوات پر کیے جاتے ہیں۔ ڈیمائی سائز صفحات ۲۴۴ - قیمت ۲۰ روپئے

ملنے کا پتہ ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی - پان والی کوٹھی - دودھ پور علی گڑھ
مرکزی مکتبہ اسلامی ۱۳۵۳ چتلی قبر دہلی ۶